راشدہ رفعت

سبین کا سسرال

برسوں پہلے سسرال کا خوف سبین کے دل و دماغ میں بیٹھ چکا تھا۔ آپی اور بجو کی شادی بھرے پرے سسرالوں میں ہوئی تھیں۔ دونوں میں سے کوئی بھی دو چار دن میکے گزارنے آتی تو کپڑے لتوں کے بیگ کے علاوہ ایک نادیدہ گٹھڑی سسرال والوں کی برائیوں کی بھی ہوتی۔ اٹھتے، بیٹھتے، سوتے، جاگتے، چلتے پھرتے انہیں سسرال والوں کی دل دکھانے والی باتیں یاد آتی رہتیں اور وہ ماں سے دکھڑے روتی

ناولٹ

رہتیں۔ امی ٹھنڈا سانس بھر کر بیٹیوں کو صبر کی تلقین کرتیں۔

”میرے بچے! سسرال پھولوں کی سیج کا نہیں بلکہ کانٹوں سے بھرے بستر کا نام ہے۔ کانٹوں سے الجھنے سے گریز میں ہی عافیت ہے ورنہ اپنا دامن ہی تار تار ہوتا ہے۔“ امی سامعہ آپی کو سمجھاتیں۔ پاس بیٹھ کر اخبار پڑھتے ابو عینک کے شیشوں کے اوپر سے امی کو جھانکتے۔ زباں دانی کے اس مظاہرے پر ان کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر جاتی۔

عارفہ بجو کی پھاپھے کٹنی ساس اور تیز طرار نندوں کی تیز طراری کے قصے سن کر امی انہیں بھی کچھ اسی قسم کی نصیحتیں کرتیں۔

”برے سسرال میں اچھی زندگی گزارنے کے لیے آنکھیں اور کان کھلے اور زبان بند رکھنی پڑتی ہے عارفہ! صبر سے کچھ برس گزار لو۔ آنے والا وقت تمہارا ہی ہوگا۔“ وہ بیٹی کو پیار سے سمجھاتیں۔

”تمہاری امی! بالکل صحیح کہہ رہی ہیں بیٹے۔ ماضی میں اس گھر میں بھی تخت و تاج کے پیچھے بہت برائیاں ہوئی ہیں۔ تمہاری امی نے صبر، حوصلے اور ثابت قدمی سے کام لیا۔ اب دیکھ لو تخت، تاج کے ساتھ ساتھ سر تاج بھی تمہاری امی کی مٹھی میں ہیں۔ تمہیں بھی صبر اور حوصلے سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ چھوٹی بڑی باتیں ہر گھر میں ہوتی ہیں، ان پر کڑھنے کے بجائے نظر انداز کر دیا کرو۔“ ابو بھی بیٹی کو محبت بھرے انداز میں سمجھاتے۔

”کہنا آسان ہے ابو جی اور کرنا مشکل۔ آخر

.caretofun.net/

CamScanner

انسان کب تک اور کتنا برداشت کرے۔" عارفہ بجو کی آواز بھرا جاتی۔

سبین، بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی تھی۔ عارفہ بجو نے بچپن میں اس کے بہت لاڈ اٹھائے تھے۔ اسے بھی بجو سے بہت محبت تھی، اپنی پیاری بجو کی یہ حالت دیکھ کر اس کا دل کٹ جاتا۔ وہ کتنی کمزور ہوگئی تھیں۔ بھرے پرے کنبے میں بڑی بہو بن کر گئی تھیں، وہاں کولہو کے بیل کی طرح جتی رہتیں پھر بھی ساس، نندوں کی کڑوی کسیلی باتیں سننے کو ملتیں۔ سبین کڑھتے ہوئے سوچتی کہ سسرال والوں کو بہو کے ساتھ ہر طرح کے ناروا سلوک کا گویا لائسنس ملا ہوتا ہے۔ بہو بے چاری کو تو بس صبر اور برداشت سے کام لینا ہوتا ہے۔

☆☆☆

سبین نے کالج میں قدم رکھا تو سہیلیوں کی دیکھا دیکھی وہ بھی خواتین کے ڈائجسٹ پڑھنے لگی۔ ہر ڈائجسٹ میں دو چار کہانیاں تو ضرور ہی سسرال والوں کے ظلم و ستم پر مبنی ہوتیں۔ سسرال نامی بلا کا خوف جو پہلے ہی دل و دماغ میں پنجے گاڑے بیٹھا تھا، مزید بڑھ گیا۔ دو چار برس مزید گزرے وہ کالج سے یونیورسٹی میں آ گئی۔ ڈائجسٹ پڑھنے کا شوق اب باقاعدہ لت بن چکا تھا۔ اب ان رسالوں میں کہانیوں کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے سلسلے بھی شامل تھے جس میں شادی شدہ عورتیں اپنی شادی کے بعد کی زندگی کے تجربات قارئین سے شیئر کرتیں۔ ننانوے فیصد عورتوں کے تجربات بھیانک ہوتے کیونکہ انہیں خوف ناک ترین سسرالیوں سے نمٹنا پڑتا تھا۔

یہ داستانیں پڑھ کر سبین کو جھرجھری آ جاتی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد امی، ابو نے اس کے لیے بر ڈھونڈنا شروع کر دیا تھا۔ بڑی دونوں بہنوں کے رشتے جتنی آسانی سے مل گئے تھے، سبین کی باری میں جانے کیوں ڈھنگ کا رشتہ ڈھونڈنا اتنا مشکل ہو گیا تھا حالانکہ وہ بڑی دونوں بہنوں سے زیادہ خوب صورت اور پڑھی لکھی تھی لیکن اس کے لیے کوئی معقول رشتہ نہ مل رہا تھا۔ اس تاخیر پر سبین دل ہی دل میں شکر مناتی تھی لیکن جس طرح بکرے کی ماں طویل عرصے تک خیر نہیں منا سکتی اور اسے چھری تلے آنا ہی پڑتا ہے اسی طرح سبین کی آزادی کے دن تمام ہوئے۔ عارفہ بجو نے اپنی چھوٹی لاڈلی بہن کے لیے اپنے سسرالی رشتہ داروں میں سے ایک عدد رشتہ دریافت کر لیا تھا۔

شہر یار ان کے چچا سسر کا بیٹا تھا۔ برسر روزگار، تعلیم یافتہ اور ظاہری طور پر بھی خاصا ہینڈسم تھا۔ شہر یار کے گھر والوں نے پہلی بار آمد پر ہی سبین کو سند قبولیت بخش دی۔ امی تو خدا کا شکر ادا کرتے نہ تھکتی تھیں کہ اتنی اچھی جگہ سبین کا رشتہ طے پا گیا۔ سبین کا حیرت اور صدمے سے برا حال تھا۔ عارفہ بجو کے تک چڑھے سسرال والوں کی داستانیں سنتے سنتے اتنے برس بیت چکے تھے اور اب بجو نے اس کے لیے بھی اسی سسرال میں سے رشتہ ڈھونڈ نکالا تھا۔

"ارے میری جان! سسرال کا دم چھلا تو ہر رشتے کے ساتھ لگا ہوتا ہے۔ شہر یار بہت اچھا لڑکا ہے۔ ایسے رشتے تو قسمت والوں کو ملتے ہیں، بجائے شکر کرنے کے تم منہ بسور کر بیٹھ گئی۔" سامعہ آپی نے اسے پیار بھرے لہجے میں سمجھایا تھا۔ اتنے میں عارفہ بجو بھی ادھر آ نکلیں۔

"یہ کیوں منہ بنا کر بیٹھی ہے؟" انہوں نے سامعہ آپی سے پوچھا۔

"کہتی ہے شہر یار کا تعلق بجو کے سسرال سے ہے۔" سامعہ آپی نے مسکرا کر بتایا۔

"ہاں تو اس سے اچھی بات کیا ہو سکتی ہے۔ دیکھے بھالے لوگ ہیں، ان کی کوئی چیز ہم سے چھپی نہیں اور شہر یار بھی ہماری آنکھوں کے سامنے جوان ہوا ہے۔ سلجھی ہوئی عادات و اطوار کا مالک ہے اور ہمیں کیا چاہیے پگلی۔" انہوں نے بھی پیار سے بہن کو سمجھایا اور پگلی کی موٹی موٹی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔

"آپ کے سسرال والے کتنے تیز طرار لوگ ہیں بجو! اور آپ کہہ رہی ہیں کہ میں ان میں رشتہ

جڑنے پر شکر مناؤں۔"

"ارے چھوڑو، اب ایسے بھی تیز طرار نہیں اور اجنبی انجان لوگوں میں رشتہ جڑ جائے تو کیا گارنٹی ہے کہ وہ تیز طرار نہیں نکلیں گے۔" بجو رسانیت بھرے لہجے میں بولیں اور اس کا دھیان تو پہلے فقرے میں ہی اٹک گیا۔

"کیا کہہ رہی ہیں بجو! وہ اتنے بھی تیز طرار نہیں۔ آپ بھول گئیں آپ کی شادی کے بعد آپ کے سسرال والوں نے آپ کو کتنا ٹف ٹائم دیا تھا۔" اس نے انہیں یاد دلایا۔ بجو مسکرا دیں۔

"میری جان! جب میں بھی کم عمر اور نادان تھی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر پہروں کڑھتی تھی پھر بڑی بہو بن کر گئی تو ذمہ داریاں بھی بہت تھیں۔ آہستہ آہستہ جب اس گھر میں اور بہوویں آئیں تو ذمہ داریاں بٹتی چلی گئیں۔ سسرال والے بھی بہوؤں کے ساتھ ایڈجسٹ ہونا سیکھ گئے۔ میرے تو سونے، جاگنے، کھانے پینے غرض ہر چیز پر ان کی کڑی نظر تھی۔ میں اور تمہارے دولہا بھائی اکٹھے بیٹھ کر کھانا نہ کھا سکتے تھے اور اب میرے چھوٹے دیور اپنی بیویوں کے ساتھ مزے سے ہوٹلنگ کرتے ہیں اور کوئی پوچھنے والا نہیں پھر تم کون سا میرے سسرال میں شادی ہو کر جا رہی ہو۔

یاسین چچا میرے سسر کے بھائی ہیں اور ان کے گھر کا ماحول ہمارے گھر سے خاصا مختلف ہے، نہ ہی تم بڑی بہو بن کر جا رہی ہو۔ بڑی بہو کے جتنے چاؤ چونچلے اٹھائے جاتے ہیں اس کے کندھوں پر ذمہ داریوں کا بار بھی اتنا ہوتا ہے جبکہ بعد کی بہوؤں کے نہ تو زیادہ چاؤ چونچلے اٹھائے جاتے نہ ہی وہ ہر وقت سسرال ولوں کی کڑی نگاہوں کی زد میں رہتی ہیں۔ بڑی جٹھانیوں کی موجودگی میں گھر کے طور طریقے سیکھنے کے لیے گائیڈ لائن بھی ملتی ہے۔ کوئی بھی کام کرنے کے لیے خود سے دماغ پر زور نہیں ڈالنا پڑتا۔ جیسے بڑی بہوویں کر رہی ہیں، آپ بھی ویسا طرز عمل اپنا لیں، ایڈجسٹ ہونے میں مشکل پیش نہیں آئے گی۔" عارفہ بجو نے اسے لمبا چوڑا لیکچر ہی دے ڈالا تھا۔

"اور ہماری سبین تو بہت سمجھ دار ہے۔ یہ اپنی سمجھ داری سے کام لے کر سسرال میں بہت آسانی سے ایڈجسٹ ہو جائے گی۔" سامعہ آپی نے چھوٹی بہن کو محبت سے دیکھا۔ سبین گہری سانس کھینچ کر رہ گئی۔

☆☆☆

شادی بخیر و خوبی انجام پائی اور بالآخر سبین نے سسرال میں قدم رنجہ فرما لیا تھا۔ وہاں ہڑبونگ کا عجیب ہی عالم تھا۔ کسی کو دلہن کے استقبال کے لیے نچھاور کیے جانے والی پھولوں کی پتیاں نہیں مل رہی تھیں۔ کوئی چوکھٹ پر ڈالنے کے لیے تیل کی شیشی ڈھونڈ رہا تھا۔ اس کی چھوٹی نند ثمرہ بھائی کا راستہ روکے نیگ کا مطالبہ کر رہی تھی۔

"بس بہت ہو گیا۔ دلہن کو اندر تو آنے دو۔ پھر کرتے رہنا رسمیں وغیرہ۔" یہ دبنگ آواز اس کے سسر محترم کی تھی، فوراً حکم کی تعمیل ہوئی اور اسے اندر آنے کا راستہ دیا گیا۔ سبین نے سکون کا سانس لیا۔ تھکن سے برا حال تھا۔ بھاری بھرکم شرارہ، زیورات کا بوجھ، شرم سے جھکی گردن اور ہائی ہیل کا جوتا۔ اس سے کھڑا ہونا محال ہو رہا تھا۔ سسر کی مداخلت پر اسے ہال کمرے میں جا کر صوفے پر بٹھا دیا گیا۔ اب رسموں کی کوریج کے لیے مووی میکر کا انتظار تھا جو شادی کے فنکشن کی مووی بنا کر ساتھ ہی واپس آیا تھا۔ پندرہ منٹ انتظار کا کہہ کر وہ گیٹ سے ہی واپس پلٹا تھا اور اب تک واپس نہ لوٹا تھا۔ سبین سر جھکائے صوفے پر بیٹھی تھی۔ ثمرہ نے اسے کولڈ ڈرنک کا گلاس لا تھمایا تھا۔ اس نے دو گھونٹ بھر کر گلاس واپس کر دیا۔ ہال کمرہ رشتہ دار خواتین سے بھرا ہوا تھا، سب تھکے ہارے تھے۔ کارپٹ پر کوئی نیم دراز تھا تو کوئی کشنز کے سہارے بیٹھا تھا۔ چھوٹے بچوں کی ریں ریں بھی جاری تھیں لیکن سب باتوں میں مشغول تھے۔

"اور سناؤ فاخرہ بہن! تمہاری نند کی بیٹی روبی

https://reading.caretofun.net/

CamScanner

واپس سسرال گئی یا ابھی تک میکے بیٹھی ہے۔" ایک خاتون نے دوسری کو مخاطب کیا۔

"ارے نہیں جاتی بھئی، ضد کی پکی ہے۔ کہتی ہے میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے اور اس دھوکے میں گھر والے بھی برابر کے شریک ہیں۔ اب تو گھر بیٹھ کر گھر والوں کے سینوں پر ہی مونگ دلوں گی۔" خاتون جن کا نام فاخرہ تھا انہوں نے ٹھٹھا لگاتے ہوئے دوسری خاتون کو جواب دیا۔

"اے ہائے کیسا دھوکا بھئی، کچھ ہمیں بھی تو پتا چلے۔" کسی اور باریک سی آواز والی آنٹی نے پوچھا۔

"بس شاہدہ! کیا پوچھتی ہو۔ بچی کو شادی سے پہلے کہہ دیا تمہارا دولہا بالکل فواد جیسا ہے۔ بے چاری کو تصویر دکھائی نہیں، شادی کے بعد جب اس نے دولہا دیکھا تو غش کھا گئی۔ کہنے لگی میں تو فواد خان جیسا بندہ سوچے بیٹھی تھی یہ تو فواد چوہدری جیسا شخص نکل آیا۔" فاخرہ آنٹی نے قہقہہ لگاتے ہوئے بتایا تھا۔ سب ہی ہنس پڑے تھے۔ سبین نے بھی بہت مشکل سے مسکراہٹ ضبط کی۔

"اور کچھ پتا چلا اکرام بھائی کے ساتھ کیسا ہاتھ ہوا؟" ایک اور خاتون نے بھی ہنستے ہوئے دوسرا موضوع چھیڑا۔

"ارے اکرام کے ساتھ کون ہاتھ کر سکتا ہے۔ ایک نمبر کا کنجوس اور کائیاں شخص ہے پھر بلا کا ہوشیار۔ اس کے ساتھ کس نے کیا کر دیا۔" سبین کی ساس رخسانہ نے اچنبھے سے پوچھا۔

"کیا بتاؤں رخسانہ بھابھی! اکلوتی بیٹی کی شادی کی لیکن جہیز دینے میں بخل سے کام لیا۔ بچی نے ضد کی کہ فریج تو لازمی لے کر جاؤں گی تو فریج پسند کروانے داماد کو اپنے ساتھ الیکٹرانکس کی دکان پر لے گئے۔ سوچا تھا ٹی وی کے اشتہار کی طرح داماد صاحب مسکراتے ہوئے فرمائیں گے۔ میرے گھر کی چیز کے پیسے آپ کیوں دیں، لیکن ہوا یہ کہ داماد نے فریج کے ساتھ اے سی اور پچپن انچ کی ایل ای ڈی کی فرمائش بھی کر دی۔" خاتون نے لطف لیتے ہوئے بتایا۔ کمرے میں ایک اور قہقہہ گونجا۔ سبین خاموشی سے اپنے سسرالی رشتہ داروں کی گفتگو سننے پر مجبور تھی۔ سب اپنی گپ شپ میں مشغول تھے، انہیں نئی نویلی، تھکی ہاری دلہن سے کوئی سروکار ہی نہ تھا۔

"آخر یہ مووی والا کب آئے گا۔ رسمیں ہو جائیں تو سبین کو اس کے بیڈ روم میں پہنچاتے ہیں۔" آخر اس کی بڑی جٹھانی نزہت کو ہی خیال آیا۔

"مووی بنوا بنوا کر پیٹ نہیں بھرا تم لوگوں کا۔ جب سے شادی کی تقریبات شروع ہوئی ہیں، تمہاری موویاں ہی بن رہی ہیں۔ جو رسم کرنی ہے کرو اور پھر سونے کا بندوبست کرو۔ کل ولیمے کا فنکشن ہے، صبح سے اس کی مصروفیت شروع ہو جائے گی۔ چند گھنٹوں کا تو آرام کرنے دو۔ گھر میں عجیب ہڑبونگ مچی ہے، سکون کا ایک پل میسر نہیں۔" یہ تحصیلی سی آواز سبین کے سسر کی تھی۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں یٰسین بھائی! اتنی رات ہو گئی ہے۔ جلدی سے رسمیں نمٹاؤ اور سونے کا انتظام کرو۔ بھابھی جان! بتائیں مجھے آج بستر کیسے لگاؤں۔ کل تو شاکرہ ممانی اور ان کی بچیاں سبین کے بیڈ پر سو گئی تھیں، آج کیسے سونا ہے؟" شہریار کی چھوٹی پھوپھو بھاوج سے استفسار کر رہی تھی۔ سبین جی ہی جی میں کلس کر رہ گئی یعنی کہ کل اس کے نئے بیڈ پر مہمان خواتین کو سلایا گیا تھا۔ اس کی نفاست پسند طبیعت پر یہ بات بہت گراں گزری تھی لیکن کلسنے کے سوا وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔

"مووی نہیں بن رہی تو رسمیں کرنے کا فائدہ۔ میں تو پھر سونے جا رہی ہوں۔" اس کی چھوٹی نند ثمرہ نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

"اے بیٹی! نئی نویلی دلہن کے بھی تو کچھ ارمان ہیں۔ یٰسین بھائی صحیح کہہ رہے تھے، تمہیں تو بس اپنی مووی سے غرض ہے۔" ایک رشتہ دار بزرگ خاتون نے ثمرہ کو ٹوکا۔ سبین کے بس میں ہوتا تو وہ اس خاتون کی غلط فہمی دور کر دیتی۔ ان فضول سی رسموں کے حوالے سے اس کے دل میں کوئی ارمان نہ تھا، وہ تو جلد از جلد اپنے بیڈ روم میں جانا چاہ رہی تھی۔ اس جھنجھٹ سے اس کا سر چکرانے لگا تھا۔

"نزہت، فرحین! کہاں ہو بھئی تم۔ فٹافٹ رسمیں نمٹاؤ اور دلہن کو اس کے کمرے میں چھوڑ آؤ۔" اس کی ساس نے دونوں بڑی بہوؤں کو پکارا۔

"یہ شادی تو بہت تھکا دینے والا کام ہے یار! میری توبہ جو میں آئندہ کوئی شادی کروں۔" شہریار نے بیڈ روم میں پہنچ کر دوستانہ سے انداز میں اس سے پہلی بات یہ کی تھی۔ سبین کے لبوں پر حیا آلود مسکراہٹ بکھر گئی۔ ایک رات کی رفاقت میں ہی وہ جان گئی تھی کہ اس کے والدین نے اس کے لیے بہترین شخص کا انتخاب کیا ہے۔ جیون ساتھی کے حوالے سے جو خدشات اور واہمے دل میں پنپ رہے تھے، وہ آپ ہی آپ دم توڑ گئے۔ ولیمے کے فنکشن میں جب ماں، بہنیں بے تابی سے سبین سے ملیں تو سبین کی مطمئن اور مسرور مسکراہٹ دیکھ کر ان کے دل بھی شانت ہو گئے تھے۔

☆☆☆

آہستہ آہستہ مہمان گھر سے رخصت ہوئے۔ سب سے آخر میں سبین کے بڑے جیٹھ اور جٹھانی واپس ہوئے تھے۔ اویس بھائی فوج میں تھے، آج کل ان کی پوسٹنگ پشاور میں تھی۔ ان کی بیگم نزہت اچھے مزاج کی تھیں، ان چار، پانچ دنوں میں انہوں نے سبین کا ہر ممکن خیال رکھا تھا۔ ان کے بچے بھی تمیز دار اور سلجھے ہوئے تھے۔ اویس بھائی سے چھوٹے نبیل بھائی تھے۔ ان کی بیوی فرحین کا نام تو سبین سے ملتا جلتا ہی تھا لیکن ابھی تک سبین کو ان کے مزاج کا ٹھیک سے اندازہ نہ ہو سکا تھا۔ کاموں کی زیادتی کی وجہ سے جھنجلائی ہوئی پھرتی رہتیں۔ ان کے اوپر تلے کے دو بیٹے تھے۔ چار سالہ شاہ میر اور ڈھائی سالہ شاہ زر۔ دونوں بچے بلا کے شرارتی تھے، جب بھی سبین کے کمرے میں گھستے ڈریسنگ ٹیبل پر سجے سامان کو تہس نہس کر دیتے۔ سبین صبر کے گھونٹ بھرنے کے سوا کچھ نہ کر سکتی۔

نبیل بھائی سے چھوٹی آصفہ باجی اس کی بڑی نند فیملی سمیت ملائیشیا میں بستی تھیں اور باوجود شدید خواہش کے شہریار کی شادی میں پاکستان نہ آ سکی تھیں۔ آصفہ کے بعد شہریار کا نمبر تھا۔ پھر ثمرہ تھی جو تھرڈ ایئر کی طالبہ تھی۔ سب سے چھوٹا آزر ایف ایس سی کر رہا تھا۔ وہ پڑھاکو سا لڑکا تھا جس کی زندگی کا واحد مقصد میڈیکل کا میرٹ بنانا تھا۔ بارات اور ولیمے کا فنکشن بھی اس نے مارے بندھے بھگتایا تھا ورنہ وہ کتابوں سمیت اپنے دوستوں کے پاس کمبائن اسٹڈی کرنے چلا جاتا اور رات کو سب کے سونے کے بعد گھر لوٹتا تھا۔

رخسانہ آنٹی اس کی ساس محترمہ (جنہیں وہ جٹھانیوں کی دیکھا دیکھی امی کہنے لگی تھی) بھاری بھرکم خاتون تھیں۔ اپنے بے تحاشا بڑھے ہوئے وزن کی وجہ سے ان کا چلنا پھرنا محال تھا۔ وہ عموماً ہال کمرے کے مخصوص گوشے میں بچھے تخت پر نیم دراز رہتیں اور وہیں سے بیٹھے بیٹھے زبانی احکامات جاری کرتے ہوئے گھر کا انتظام و انصرام سنبھالتی تھی۔ یٰسین انکل یعنی موجودہ ابو اس کے سسر محترم غصے کے خاصے تیز تھے۔ سبین نے عارفہ بجو کی زبانی ان کے غصے کی داستانیں سن رکھی تھیں اور وہ شادی سے پہلے بھی ان کے غصے سے خائف ہوتی تھی تب بجو نے اسے تسلی دی تھی۔

"گھر کا سربراہ زور آور ہو تو گھر کی عورتیں اپنی حد میں رہتی ہیں۔ مسکین اور دبو سا سسر ہو تو ساس، نندیں فتنہ گر ثابت ہوتی ہیں۔ میرے سسرال کی مثال تمہارے سامنے ہے اس لیے یٰسین چچا کے غصے کی وجہ سے پریشان مت ہو اور ان کا غصہ زیادہ تر اپنے بیوی بچوں پر نکلتا ہے۔ بہوؤں سے تو لحاظ سے ہی بات کرتے ہیں۔" عارفہ بجو نے اسے تسلی دی تھی اور ابھی تک تو ان کا کہا درست ثابت ہو رہا تھا۔

سبین ڈرتے جھجکتے سسر کو سلام کرتی۔ وہ وعلیکم السلام کہہ کر، سر پر ہاتھ پھیر دیتے۔ کبھی

https://reading.caretofun.net/
CamScanner

کبھی جیتی رہو بھی کہہ دیتے۔ اس سے زیادہ سسر، بہو کا کوئی مکالمہ نہ ہوتا تھا۔ ہاں اپنی بیوی اور بچوں پروہ کسی نہ کسی بات پر برستے ہی رہتے لیکن شاید وہ سب بھی اس گھن گرج کے عادی ہو چکے تھے، سو سکون سے اپنے معمولات نمٹاتے رہتے۔

سبین بھی آہستہ آہستہ اس اجنبی ماحول کو سمجھنے کی کوشش کررہی تھی۔ سسرال کی اجنبی سرزمین پر صرف ایک شخص اپنا لگنے لگا تھا لیکن شہریار کے مزاج سے مکمل آشنائی حاصل کرنے میں کچھ وقت لگنا تھا۔ سبین کی خواہش اور کوشش تھی کہ وہ جلد از جلد شہریار کے دل میں جگہ بنانے کے ساتھ اس کے گھر میں بھی اپنا مقام بنالے۔ مہمانوں کے رخصت ہوتے ہی اس نے گھر کے چھوٹے موٹے کاموں میں ہاتھ بٹانا شروع کردیا۔

''بہو! پہلے کھیر میں ہاتھ ڈالنا پھر جو مرضی کام کرنا چاہو کرلینا۔'' رخسانہ بیگم اسے رسانیت بھرے انداز میں ٹوکتیں۔

''ارے کرنے دیں نا امی! یہ سب شروع شروع کا شوق ہوتا ہے۔ یاد نہیں فرحین بھابھی بھی اپنی شادی کے فوراً بعد کیسی اپنی شنسی جھاڑتی تھیں اور اب گھر کے کام کرتے ہوئے ان کے ماتھے کے بل ہی کم نہیں ہوتے۔'' ثمرہ نے آہستہ آواز میں ماں کو مخاطب کیا۔ دسترخوان پر سے برتن سمیٹ کر باہر جاتی سبین کی سماعتوں تک یہ سرگوشی پہنچ گئی تھی۔ اسے ثمرہ کا لب ولہجہ بالکل پسند نہ آیا تھا لیکن وہ رک کر اسے ٹوکنے کی مجاز نہ تھی سو چپ چاپ برتن لیے کچن میں آگئی۔ سنک میں پہلے ہی گندے برتنوں کا ڈھیر جمع تھا۔ اس نے پہلے تو کچن کا پھیلاوا سمیٹا پھر برتن دھونا شروع کردیے۔

''ارے تم کیوں برتن دھونے لگیں۔ شام کے برتن دھونے کی ذمہ داری ثمرہ کی ہے۔'' اتنے میں ہی فرحین بھابھی ادھر آنکلی تھیں۔

''کیا فرق پڑتا ہے بھابھی! برتن میں دھو لیتی ہوں۔'' اس نے جٹھانی کو مسکرا کر مخاطب کیا۔

''ابھی تو تمہیں واقعی کوئی فرق نہیں پڑرہا کیونکہ سارا دن تقریباً فارغ ہی ہوتی ہو لیکن جب گھر کی ذمہ داریاں سر پر پڑیں گی تو پھر اپنے حصے کا کام بھگتانے کے بعد جسم میں اتنی ہمت ہی نہیں بچے گی کہ دوسروں کے چھوڑے کام بھی نمٹاؤ اور یہ ثمرہ، بہت کام چور اور نکمی ہے۔ صرف ایک وقت کے برتن دھونا اس کی ڈیوٹی ہے، اس میں بھی ڈنڈی مارتی ہے۔'' فرحین بھابھی نے چھوٹی نند کی دھڑلے سے برائی کی۔ ان کا خیال تھا کہ جواب میں سبین بھی کچھ بولے گی لیکن سبین نے اپنی بہنوں کی شادی شدہ زندگی سے بہت سے سبق سیکھ رکھے تھے۔

سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ محتاط طرز عمل اپنانا ہی دانش مندی ہے۔ کم از کم اس وقت تک جب تک کسی کے مزاج سے مکمل آشنائی حاصل نہ ہوجائے، اس کے بعد ہی باہمی اعتماد کا رشتہ استوار ہوسکتا تھا۔

''چلو خیر تم برتن دھو ہی رہی ہو تو ساتھ ہی چائے کا پانی بھی چڑھالو۔ میں ذرا شاہ میر کو ہوم ورک کروا رہی ہوں، کل اس کا ویکلی ٹیسٹ ہے۔'' فرحین بھابھی جو اسے ثمرہ کے حصے کا کام کرنے سے روک رہی تھیں، اب اپنے حصے کا کام بھی اس کے سپرد کرکے چلتی بنیں۔ سبین نے گھر بھر کی چائے بنائی تھی۔

اگلی صبح جب ناشتے کے وقت چائے بنانے کا موقع آیا تو فرحین بھابھی فریج میں سے دودھ کا جگ لے کر ساس کے پاس پہنچیں۔

''ذرا سا دودھ بچا ہے امی! گھر بھر کی چائے کیسے بناؤں۔ آزر سے کہہ کر دودھ کا پیکٹ منگوادیں۔''

''ارے جب رات کو دودھ پتی کے دور چلیں گے تو صبح کے لیے دودھ کہاں سے بچے گا۔ کتنی بار کہا ہے قہوہ بنا کر چائے بنایا کرو پر میری سنتا کون ہے۔'' رخسانہ بیگم بڑبڑانا شروع ہوگئی تھیں۔

''مجھ سے کیا کہہ رہی ہیں۔ رات کو چائے سبین نے بنائی تھی۔'' فرحین بھابھی نے فوراً جواب دیا تھا۔

قریب بیٹھی سبین خائف سی ہوگئی، اس نے تو اپنے میکے والے حساب سے رات کے کھانے کے بعد زیادہ دودھ والی چائے بنائی تھی۔ شہریار نے تو چائے پی کر باقاعدہ تعریف بھی کی تھی۔

''اسے کہتے ہیں چائے۔ فرحین بھابھی تو جانے کیسا جوشاندہ بنا کر پلا دیتی ہیں۔''

''چائے اچھی لگی ہے تو روزانہ رات کی چائے میں ہی بنا لیا کروں گی جناب!'' اس نے مسکرا کر شوہر کو مخاطب کیا۔ کیا خبر تھی اگلی صبح اسی چائے بنانے پروہ مجرموں کی طرح سر جھکائے بیٹھی ہوگی۔ خیر رہی کہ رخسانہ بیگم نے اسے کچھ نہ کہا تھا، خاموشی سے بٹوے سے پیسے نکالے اور آزر کو آواز دی تھی۔

اس دن کے اختتام پر بھی برتن دھونے کے بعد چائے سبین کو ہی بنانی پڑی تھی لیکن آج وہ چائے نہیں بلکہ جوشاندہ سے ملتی جلتی ہی کوئی چیز تھی۔

☆☆☆

شہریار کے ماموں کے یہاں نئے شادی شدہ جوڑے کے اعزاز میں ضیافت تھی، انہوں نے سب گھر والوں کو مدعو کیا تھا۔

''آج کوئی اچھا سا جوڑا پہن لینا دلہن! یہ جو ہماری بھابھی ہیں، ایسی چیزوں کو بہت نوٹ کرتی ہیں۔ اچھا سا تیار ہوجانا۔'' رخسانہ بیگم نے اسے خاص تاکید کی تھی۔

سبین نے اپنے جہیز کا سب سے مہنگا اور اسٹائلش جوڑا نکالا تھا۔ مہنگی بوتیک سے لیا گیا نفیس سے کام والا آسمانی رنگ کا یہ سوٹ اس کی سہیلیوں نے دیکھا تو بے تحاشا تعریف کی تھی۔ سبین نے اپنی دانست میں آج کی دعوت کے لیے سب سے بہترین جوڑا منتخب کیا تھا۔ تیار ہونے کے بعد شہریار نے بھی والہانہ انداز میں سراہا تھا جب وہ رخسانہ بیگم کے پاس گئی تو انہوں نے فوراً ٹوک دیا۔

''دلہن میں نے تم سے کہا بھی تھا آج کوئی بھاری کام والا، اچھا سا جوڑا پہن لینا۔ تم نے یہ سادہ سوٹ پہن لیا۔''

''اچھا تو لگ رہا ہے بھابھی کا سوٹ، اسٹائلش سا۔'' ثمرہ کی بات سے سبین کو کچھ ڈھارس ملی تھی۔ اس نے خاموشی سے نگاہیں اٹھا کر ساس کو دیکھا۔

''خاک اسٹائلش ہے۔ جہیز کے سارے سوٹ اتنے ہلکے رنگوں اور ہلکے کام والے ہیں۔ ہم نے جو اتنی شان دار بری چڑھائی وہ تو بکسوں میں بند کرنے کے لیے ہے نا۔'' رخسانہ بیگم کا موڈ شدید خراب ہوچکا تھا۔ سبین خفیف ہوگئی۔

''جاؤ یہ کپڑے بدل کر ہماری طرف والا میرون جوڑا پہنو اور ذرا لپ اسٹک بھی تیز کرلو۔ بیاہتا اور کنواری میں کچھ تو فرق ہونا چاہیے۔'' انہوں نے مزید ہدایات جاری کیں۔ سبین ''جی امی'' کہہ کر پلٹ گئی۔

بری کے سب ہی جوڑے اسے خاص پسند نہ آئے تھے لیکن یہ میرون جوڑا تو اسے سب سے برا لگا تھا۔ آج کی دعوت میں اسے تیز میک اپ کے ساتھ وہ ہی جوڑا زیب تن کرنا پڑا تھا۔

''ہاں اب لگ رہی ہو نا نئی نویلی دلہن۔ آئندہ کسی بھی دعوت پر تیار ہونے سے پہلے کپڑوں کے متعلق مجھ سے پوچھ لیا کرو۔'' رخسانہ بیگم نے تاکید کی تھی۔ سبین کو صبر کے گھونٹ بھرنے کے ساتھ آنسو بھی پینے پڑے لیکن جی امی کہنے کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔

☆☆☆

کھیر پکوائی کی رسم کے بعد رخسانہ بیگم نے دونوں بہوؤں میں کام بانٹ دیے تھے۔ ایک دن ناشتا فرحین بھابھی بناتیں تو کچن سمیٹ کر برتن سبین دھوتی۔ اگلے دن روٹین بدل جاتی۔ اسی طرح ایک دن دوپہر کی ہانڈی، روٹی فرحین کرتی تو شام کا آٹا گوندھ کر سبین روٹیاں بنا لیتی۔ سالن صرف دوپہر کو بنتا تھا، جب سبین دوپہر کا کھانا بناتی تو شام کی روٹی بنانے کی ذمہ داری فرحین کی ہوتی۔ ثمرہ کے ذمے رات کے کھانے کے بعد کے برتن دھونا تھے۔ صفائی

https://reading.caretofun.net/
CamScanner

کے لیے جز وقتی ملازمہ آتی تھیں۔ تین چار دن بعد کپڑے دھلتے، ایک دفعہ واشنگ مشین فرحین لگاتی تو اگلی باری سبین کی ہوتی۔

یہ کاموں کی بظاہر بڑی منصفانہ تقسیم تھی۔ کام بظاہر بہت زیادہ بھی نہ تھے لیکن سبین کو پتا بھی نہ چلتا کہ کب دن شروع ہوا اور کب ختم۔ فرحین بھابھی اپنے ذمے کا کام کرتی تھیں لیکن ان میں نفاست اور سلیقہ مفقود تھا۔ جس دن انہوں نے ناشتا بنانا ہوتا تو کچن میں ہر طرف ابتری پھیل جاتی۔ سبین کو کچن سمیٹنے میں ہی بہت وقت لگ جاتا۔ اگلے دن جب سبین ناشتا بناتی تو فرحین بھابھی جلدی جلدی برتن دھو کر اپنے تئیں، اپنے حصے کا کام بھگتا دیتیں۔

کچن سمیٹنے کی ذمہ داری اب بھی سبین کے حصے میں آتی۔ ہر دوسرے دن دوپہر کا کھانا سبین کے ذمے ہوتا تو ہر چوتھے دن کپڑوں کی باری آجاتی۔ میکے میں اس نے کبھی کپڑے نہ دھوئے تھے۔ کپڑے دھونے کے لیے برسوں سے ایک ہی ماسی ان کے گھر آرہی تھی۔ وہ بہت صاف کپڑے دھوتی تھی۔ کپڑے دھونے کے بعد استری کرنا بھی اسی کی ذمہ داری تھی اور امی اسے ٹھیک ٹھاک معاوضہ دیتی تھیں، یہاں صرف صفائی کے لیے ملازمہ تھی اور وہ بھی مارے باندھے صفائی کر کے رفو چکر ہو جاتی۔

سبین نے پہلی بار کپڑوں کا ڈھیر دھویا تو اس کے بازو اور کمر بری طرح اکڑ گئے۔ ایک بڑی گٹھڑی تو فرحین بھابھی نے ہی لا تھمائی تھی۔ ان کے بچوں کے بے تحاشا میلے کپڑے، شرٹس کے کالر اور کہنیاں مشین سے نکلنے کے بعد بھی سبین کو برش مار کر رگڑ کر صاف کرنے پڑے۔ تولیے، بیڈشیٹس، ثمرہ، آزر اور رخسانہ بیگم کے کپڑے دھونے کے علاوہ نبیل بھائی اور لیسین صاحب کے کاٹن کے قمیص شلوار کو کلف بھی لگانا پڑتا۔

شہریار کے کپڑے سب سے کم میلے ہوتے۔ وہ اپنے اور شہریار کے کپڑے ٹب میں سرف ڈال کر ہاتھ سے دھوتی۔ سچ تو یہ تھا کہ اس کی نفاست پسند طبیعت کو یہ گوارا ہی نہ تھا کہ گھر بھر کے میلے کپڑوں کے ساتھ واشنگ مشین میں اپنے کپڑے بھی ڈال دے۔

اس دن شہریار کی چھٹی تھی۔ سرف ختم ہو گیا تو سبین نے شہریار سے ہی سرف کے پیکٹ لانے کو کہا۔ رخسانہ بیگ کی تیز سماعتوں تک اس کی آواز پہنچ گئی۔

''ابھی دس بارہ دن پہلے ہی مہینے بھر کے سودا سلف میں سرف آیا تھا۔ اتنی جلدی ختم ہو گیا؟'' انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

''جی امی! آج آخری پیکٹ کھولا تھا۔ ابھی ہاتھ سے دھلنے والے مزید کپڑے باقی ہیں۔ سرف ختم ہو گیا ہے۔'' اس نے بتایا۔

''ایسے کتنے ہاتھ سے دھلنے والے ہو گئے بہو!'' رخسانہ بیگم کی حیرت ختم ہونے کا نام نہ لے رہی تھی۔

''سبین اپنے اور شہریار کے کپڑے ہاتھ سے دھوتی ہے امی۔'' قریب بیٹھی فرحین نے ساس کی معلومات میں اضافہ کیا۔ سبین نے کسی مجرم کی طرح سر جھکا لیا تھا۔

''افوہ کیا ہو گیا ہے یار! گھر میں ایک فرد کا اضافہ ہوا ہے۔ دھلنے والے کپڑوں کی تعداد بھی بڑھ گئی ہے۔ صابن، سرف تو زیادہ لگے گا نا۔ تم دومنٹ ویٹ کرو سبین! میں ابھی ساتھ والی دکان سے سرف لا دیتا ہوں۔'' شہریار اسے نرمی سے مخاطب کرتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ سبین سر ہلاتے ہوئے چپ چاپ پلٹ گئی۔

''صاحب زادے کی پھرتیاں دیکھیں تم نے۔'' سبین کی سماعت سے رخسانہ بیگم کی آواز ٹکرائی۔ غم اور غصے سے سبین کا برا حال تھا، اسے کیا خبر تھی سسرال میں اتنی معمولی چیزوں کا بھی آڈٹ ہوتا ہے اور وقت سے پہلے چیز ختم ہو جائے تو اس کا حساب دینا پڑتا ہے۔

رات کو اس نے جھجکتے ہوئے شہریار سے بات کی تھی۔

''آپ مجھے چپکے سے سرف کے پیکٹ لا دیجیے گا۔ میں کمرے میں چھپا کر رکھ لوں گی۔ اپنے کپڑے دھوتے ہوئے اپنا سرف استعمال کر لوں گی۔'' شہریار اس کے معصومانہ مطالبے پر ہنس پڑا۔

''اتنی معمولی معمولی باتوں پر پریشان مت ہوا کرو سبین! میں کتنی بار نوٹ کر چکا ہوں کہ امی کے ذرا سے تیکھے تیور دیکھ کر تمہارے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگتی ہیں۔ خود کو تھوڑا سا مضبوط اور تھوڑا سا ڈھیٹ بناؤ۔ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کو ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیا کرو جبکہ تم ایک بات کو لے کر دیر تک کڑھتی رہتی ہو۔'' شہریار نے کیا درست تجزیہ کیا تھا۔

''میں ہر پل اسی کوشش میں رہتی ہوں شہریار! کہ مجھ سے کوئی چھوٹی بڑی غلطی سرزد نہ ہو جائے، کوئی کام نہ بگڑ جائے لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ سننے کو مل ہی جاتا ہے۔'' سبین کی آواز بھرا گئی تھی۔ شادی کے بعد اس نے شہریار کے سامنے پہلا شکوہ کیا تھا۔

''وہ ہی تو میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں جان! کہ اتنا ٹینس کیوں رہتی ہو۔ ریلیکس رہا کرو۔ اگر کوئی بات ہوتی ہے تو مجھ سے شیئر کر لیا کرو۔ دل میں چھوٹی چھوٹی باتیں اور شکایتیں جمع مت کیا کرو۔'' اس نے پیار سے سمجھایا۔

''میری امی کہتی ہیں کہ شوہر کے سامنے اس کے گھر والوں کی برائیاں نہیں کرنی چاہئیں۔ وہ اگر بیوی کی حمایت میں گھر والوں سے باز پرس کرنے چل پڑے تو بہت مسئلے جنم لیتے ہیں۔'' سبین نے سادگی سے ماں کا مقولہ دہرایا تھا۔

''آنٹی کی بات غلط نہیں لیکن یہ شوہروں کی قسم پر بھی منحصر ہے۔ تم مجھے ان بے وقوف مردوں کی کیٹگری۔ میں مت کھڑا کرو، مجھ پر اعتبار کرو۔ اگر مجھ سے اپنی فیلنگز شیئر کرنے سے تمہارے دل کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے تو ایسا ضرور کیا کرو۔ یہ خدشہ ذہن سے نکال دو کہ میں اپنے گھر والوں سے کسی قسم کی باز پرس کروں گا۔'' شہریار اسے نرمی سے سمجھا رہا تھا۔

''آپ بہت اچھے ہیں شہریار!'' اس نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے شوہر کو دیکھتے ہوئے اعتراف کیا۔

''کیا یہ آئی لو یو کا ترجمہ ہے۔'' وہ شرارت سے پوچھنے لگا۔ سبین جھینپ کر ہنس پڑی تھی۔

☆☆☆

عارفہ بجو کہتی تھیں کہ گھر میں جٹھانی کی موجودگی آسانی پیدا کرتی ہے۔ عارفہ بجو کا تجربہ یہ ہی کہتا تھا لیکن یہ ضروری نہیں کہ شادی کے بعد ہر لڑکی کا تجربہ یکساں ہو۔ اس کے معاملے میں تو جٹھانی سسرال والوں سے بڑھ کر ٹف ٹائم دے رہی تھی۔ فرحین بھابھی اپنے بہت سے کام غیر محسوس طریقے سے اس کے ذمے لگا دیتیں۔ رخسانہ بیگم کے سامنے سبین کی کسی چھوٹی بڑی کوتاہی کو ہائی لائٹ کرنے والی بھی یہ ہی فرحین بھابھی تھیں۔ سبین کو اب ان کی چالاکیوں پر غصہ آنے لگا تھا۔

پہلے تو اس نے کبھی غور ہی نہ کیا تھا کہ جس دن کپڑے دھونے کی باری فرحین بھابھی کی ہوتی ہے اس دن ان کے کمرے سے نکلنے والی کپڑوں کی گٹھڑی کا سائز بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ سبین کی دفعہ وہ کپڑے نکال نکال کر ڈھیر لگا دیتیں۔ بیڈشیٹس، تولیے حتیٰ کہ کمرے کے پردے بھی انہیں جب ہی دھلوانے یاد آتے۔ سبین شہریار سے پوچھے بنا نہ رہ پائی۔

''میری شادی سے پہلے فرحین بھابھی گھر بھر کے کام کیسے نمٹاتی تھیں۔ اب تو ان کی کوشش ہوتی ہے کہ ہر کام میرے ذمے ہی لگا دیں۔''

''یار! پہلے ہماری بہت بھروسے والی ملازمہ کام کرتی تھی۔ ماں، بیٹی آتی تھیں اور کتنے ہی کام نمٹا دیتی تھیں پھر بیٹی کی شادی ہو گئی۔ ماسی صغریٰ نے بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے کام چھوڑ دیا، ان کے بعد کوئی ڈھنگ کی ملازمہ ہی نہ ملی۔ ایک، دو ماسیوں کو تو چوری کے شبے میں نکالنا بھی پڑا۔ بس پھر امی نے فیصلہ کیا کہ ماسی صرف صفائی کے لیے رکھیں

https://reading.caretofun.net/

گی۔ ہماری شادی سے پہلے تک دو، دو ماسیاں آتی تھیں۔ فرحین بھابھی پر کام کا اتنا برڈن تب بھی نہیں تھا۔“ شہریار نے تفصیلی جواب دیا۔

”خیر تم فکر نہ کرو۔ میں تمہارے مسئلے کا بھی کوئی نہ کوئی حل نکال لوں گا۔“ اس نے اسے تسلی دی۔

”آپ کوئی ایسی بات نہیں کریں گے جس سے لگے کہ میں نے آپ کے سامنے کوئی دکھڑا رو دیا ہے۔“ سبین کو فکر دامن گیر ہوئی۔

”نہیں کروں گا بابا! کیوں پریشان ہوتی ہو۔“ شہریار ہنس پڑا تھا۔

اگلی دفعہ جب فرحین بھابھی کی کپڑے دھونے کی باری آئی تو انہوں نے سبین سے دھلنے والے کپڑے مانگے تھے۔ اتفاق سے اس وقت شہریار بھی وہاں موجود تھا۔

”ہمارے کپڑے بھابھی دھوئیں گی، حد ہوگئی سبین! اپنے کام تو خود کیا کرو۔“ اس نے خفگی سے سبین کو مخاطب کیا۔

”ایک دفعہ مشین سبین لگاتی ہے ایک دفعہ فرحین۔ میں نے دونوں میں کام بانٹا ہے۔“ رخسانہ بیگم بول اٹھی تھیں۔

”نہیں امی! یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ اب میری شادی ہوگئی ہے اب بھی میرے موزے اور بنیان فرحین بھابھی کو دھونے پڑیں۔ شادی سے پہلے کی بات اور تھی، اب میرے کاموں کی تمام تر ذمہ داری سبین پر عائد ہوتی ہے اور اسے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنا آنی چاہئیں۔ میں نہ سنوں سبین کہ آئندہ تم نے میرے کپڑے بھابھی سے دھلوائے بلکہ امی، ابو کے کپڑے بھی تم ہی دھویا کرو۔“ وہ سخت گیر شوہر کا روپ دھارے قطعی انداز میں سبین سے مخاطب تھا۔ سبین نے سوالیہ نگاہوں سے ساس کو دیکھا۔

”ٹھیک ہی کہہ رہا ہے شہریار! تم دونوں اپنے اپنے کپڑے خود دھوؤ۔ ہمارے کپڑے بھی فرحین دھو لے گی ورنہ تمہیں موقع ملے تو تم دھو لینا۔“

جب بیٹا ہی بیوی سے دھونس بھرے لہجے میں بات کر رہا تھا تو رخسانہ بیگم کا ہے کو اختلاف کرتیں۔ انہوں نے بھی شہریار کی بات سے اتفاق کر لیا۔ سبین نے فرماں برداری سے جی امی کہتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔

☆☆☆

وہ کچن میں آٹا گوندھ رہی تھی جب آذر نے کچن میں جھانکا۔

”بھابھی اگر زحمت نہ ہو تو دو کپ چائے بنا دیں گی۔ میرا دوست آیا ہے۔“ اس نے سبین کو مخاطب کیا۔

”کیسی زحمت آذر! میں ابھی بنا دیتی ہوں۔“ اس نے خوش دلی سے جواب دیا۔ اپنے اس کم گو اور شرمیلے سے دیور سے سبین کو خاصی ہمدردی تھی۔ وہ بہت سلجھا ہوا پیارا سا لڑکا تھا۔ زیادہ تر اپنی پڑھائی میں مصروف رہتا اس کے باوجود گھر کا سودا سلف لانا، اسی کی ذمہ داری تھی۔ اکثر تو یوں ہوتا کہ وہ ایک دفعہ چیزیں لے کر گھر لوٹتا تو گھر والوں کو کوئی دوسری چیز یاد آ جاتی۔ بلا چوں چرا کیے وہ پھر سے بازار کا رخ کرتا، حالانکہ اس کے امتحان سر پر تھے پھر بھی گھر کا کوئی فرد اسے کوئی رعایت نہ دیتا اسے بازار دوڑاتے ہی رہتے شاید اسی لیے وہ اپنے دوست کے ہاں جا کر کمبائن اسٹڈی کرنے کو ترجیح دیتا۔ آج اس کا وہی دوست کسی کام سے اس کے گھر چلا آیا تھا۔

”بھابھی! اگر ممکن ہو تو چائے کے ساتھ بسکٹ، نمکو، جیسی کوئی چیز رکھ دیجیے گا۔ اسفند اپنے گھر میری بھی بہت خاطر کرتا ہے۔“ اس نے جھجکتے ہوئے مزید فرمائش کی۔

”ٹھیک ہے آذر! میں بندوبست کرتی ہوں۔ تم دس، بارہ منٹ بعد آ کر ٹرے لے جانا۔“ اس نے مسکرا کر اسے مخاطب کیا۔ وہ ممنون ہو کر واپس پلٹا۔

سبین نے آٹا گوندھ لیا تھا۔ ہاتھ دھو کر فٹا فٹ چائے چڑھائی پھر فریج کا جائزہ لیا۔ کل رات کے کھانے میں پلاؤ کے ساتھ شامی کباب تلے گئے تھے جن میں سے چار شامی کباب ابھی بھی بچے ہوئے

تھے۔ اس نے اوون میں کباب گرم کر کے پلیٹ میں رکھے۔ فریج میں سے ایک مٹھائی کا ڈبہ بھی برآمد ہوا۔ مٹھائی کے دو چار پیس ہی بچے تھے اس نے چھوٹی پلیٹ میں وہ بھی سجا دیے۔ نمکو کا جار کھول کر نمکو نکالی اور چند بسکٹس بھی ایک پلیٹ میں رکھ دیے۔ اپنی دانست میں اس نے آذر کے دوست کی خاطر کا مناسب بندوبست کر دیا تھا۔ آذر چائے لینے آیا تو چائے کے ساتھ تواضع کا سامان دیکھ کر کچھ حیران رہ گیا۔ گھر میں سب سے چھوٹا بچہ ہونے کی وجہ سے اس کے دوستوں کو کبھی بھی اہمیت سے نہ نوازا گیا تھا۔

”تھینک یو سو مچ بھابھی! آپ نے تو اتنی جلدی اتنا اہتمام کر دیا۔“ وہ از حد ممنون ہوا لیکن جس وقت وہ یہ ٹرے لے کر چیک پوسٹ یعنی رخسانہ بیگم کے سامنے سے گزرا تو انہوں نے اسے فوراً روک لیا۔

”یہ اتنا اہتمام کس لیے بھئی؟“ انہوں نے پوچھا۔

”اسفند آیا ہے امی۔“ اس نے منمنا کر بتایا۔

”مجھے بھی پتا ہے اسفند آیا ہے۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ کس کے لیے، میں یہ پوچھ رہی ہوں کہ اسفند کے لیے اتنی ٹرے سجانے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ کوئی پہلی بار آیا ہے تم سے ملنے۔“

”اچھا آج تو بھابھی نے اہتمام کر دیا۔ آئندہ اسے چائے پلانے کی غلطی بھی نہیں کروں گا۔“ آذر ماں کی باز پرس پر جھنجلا گیا تھا۔ رخسانہ بیگم نے بیٹے کو تو صرف گھورنے پر اکتفا کیا تھا لیکن جب سبین وہاں سے گزری تو اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

”بہو! اب اس گھر کے طور طریقے کچھ تم بھی سیکھ لو۔ ہر بات سمجھانا ضروری تو نہیں۔“ ان کا موڈ شدید آف لگتا تھا۔

”کیا ہوا امی؟“ سبین واقعی کچھ نہ سمجھی بلکہ باقاعدہ گھبرا گئی تھی۔

”آذر کے دوست کے لیے اتنے اہتمام کی کیا ضرورت تھی۔ ہم سفید پوش لوگ ہیں بی بی! مہینے بھر کا راشن دنوں میں نہیں مکا (ختم) سکتے۔ پرسوں ساجدہ بھابھی آئیں، میں نے تم سے صرف چائے بنانے کو کہا۔ تب تم ٹرے میں الم غلم سجا کر لے آئیں۔ ٹھیک ہے کبھی کبھی کسی خاص مہمان کی بھرپور خاطر مدارت بھی کرنی پڑتی ہے لیکن بندہ یہ تو دیکھ لے کہ آنے والا مہمان اتنا خاص ہے بھی یا نہیں۔“ وہ بگڑے موڈ کے ساتھ بولی تھیں۔

”آئندہ احتیاط کروں گی امی!“ وہ منمنا کر یہ ہی کہہ سکی۔ اتنے میں فرحین بھی آ نکلی تھی۔

”اور یہ ہماری بڑی بہو ہیں۔ تم تو چلو نئی ہو، گھر کے طور طریقوں سے اتنی واقفیت نہیں۔ ان کا فرض ہے یا نہیں کہ کسی معاملے میں تمہاری رہنمائی کر دیں لیکن جب بھی کوئی مہمان آتا ہے اگر ان کے کانوں میں آواز پڑ جائے، اول تو اپنے کمرے سے باہر قدم رنجہ نہیں فرماتیں اور باہر آ جائیں تو مہمان کے ساتھ چپک کر بیٹھ جاتی ہیں۔ مہمان کی خاطر تو جیسے کوئی پڑوس سے آ کر کرے گا۔“ انہوں نے اس بار فرحین کو آڑے ہاتھوں لیا۔

”سبین کو تو اس گھر میں آئے جمعہ جمعہ آٹھ دن بھی نہیں ہوئے امی! پہلے مہمان داری کون بھگتاتا تھا، میں ہی ناں۔ اب بچے ہی اتنا عاجز کیے رکھتے ہیں۔ اب اس چھوٹے کو دیکھیے، میں شاہ میر کو ہوم ورک کروا رہی ہوں اور یہ اس کی کتابیں، کاپیاں پھاڑنے کے درپے ہے۔“ فرحین بھابھی نے اپنی گود میں چڑھے شاہ زر کو گھورتے ہوئے بتایا تھا۔

”اس کی شرارتیں بہت بڑھ گئی ہیں۔ ادھر دو اسے، میں اس کے کان کھینچوں۔“ رخسانہ بیگم نے مسکراتے ہوئے پوتے کو اپنی گود میں لیا۔ دادی کا لاڈلا دادی کے پاس آ کر کھلکھلانے لگا تھا۔ فرحین بھابھی مسکراتے ہوئے پلٹ گئیں۔ سبین بھی منظر میں خود کو غیر ضروری جان کر چلی گئی۔

یہ نہیں تھا کہ رخسانہ بیگم صرف سبین کے کاموں پر ہی نکتہ چینی کرتی تھیں۔ بخشتی وہ فرحین بھابھی کو بھی نہ تھیں لیکن فرحین بھابھی چکنا گھڑا تھیں یا ہو سکتا ہے شادی کے اتنے برس گزرنے کے بعد وہ ڈھٹائی کی

https://reading.caretofun.net/

CamScanner

حد تک پر اعتماد ہو گئی تھیں۔ ساس کی خفگی کو کبھی خاطر میں نہ لاتیں۔ رخسانہ بیگم کا فوری دھیان بٹانے کے لیے ان کے پاس شاہ میر اور شاہ زر بھی تھے۔ اصل مسئلہ سبین کا ہوتا، وہ اس گھر میں نئی تھی۔ گھر کے طور طریقوں سے نا آشنا۔ رخسانہ بیگم کی کنجوس فطرت کا اندازہ ہونے کے باوجود وہ کوئی نہ کوئی غلطی کر بیٹھتی تھی۔

شومئی قسمت اسی شام کو رخسانہ بیگم کی ایک اور واقف کار خاتون ملنے آ گئیں۔ باتوں سے اندازہ ہوا کہ وہ پہلے پڑوس میں بستی تھیں اور رخسانہ بیگم سے ان کا خوب بہناپا تھا اب دوسرے علاقے میں ذاتی گھر لے کر وہاں رہائش اختیار کر لی تھی۔

''شہریار کی شادی میں بھی تم نہیں آئیں فریدہ! میں نے تمہاری کتنی راہ دیکھی۔'' رخسانہ بیگم سہیلی سے شکوہ کر رہی تھیں۔

''بس کیا بتاؤں، مہوش کا بچہ ہونے والا تھا۔ دو مہینے اس کے پاس پنڈی رہ کر آئی ہوں۔ تم تو جانتی ہو اس کا کیس کتنا پیچیدہ ہوتا ہے۔ خیر سے اللہ نے بیٹے سے نوازا۔''

''اچھا، اچھا۔ ماشاء اللہ۔ بیٹا ہوا ہے مہوش کے۔'' رخسانہ بیگم نے ان کی بات کاٹتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا پھر سبین کو دیکھا۔

''بہو چائے وائے کا بندوبست کرو بھئی۔ اتنے عرصے بعد آئی ہیں تمہاری فریدہ خالہ۔'' انہوں نے سبین کو مخاطب کیا۔ وہ ''جی امی'' کہہ کر کچن میں چلی آئی۔ اس وقت فرحین بھابھی بھی موجود نہ تھیں، وہ ثمرہ کے ساتھ بچوں کو لے کر قریبی پارک گئی تھیں۔ سبین کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ مہمان خاتون کی خاطر کا کیا بندوبست کرے۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا تو اس نے شہریار کو فون ملا لیا۔ وہ آفس سے واپس آ رہا تھا، سبین کا سوال سن کر ہنس پڑا۔

''کیا مطلب ہے بھئی کہ فریدہ خالہ آئی ہیں تو ان کی کیسی خاطر مدارت کی جائے؟''

''جو میں نے پوچھا ہے، وہی مطلب ہے۔ جلدی سے جواب دیں کہ یہ عام سی مہمان ہیں، خاص یا پھر خاص الخاص۔'' اس نے جھنجلا کر پھر پوچھا۔

''اوکے اوکے، بتاتا ہوں بھئی۔ فریدہ خالہ امی کی پکی سہیلی ہیں۔ ان کی اچھی سی خاطر کرو۔ چائے کے ساتھ بسکٹ، نمکو رکھ دینا۔ فروٹ، کیک موجود ہو تو وہ بھی رکھ دو اور ہاں فریج میں کل کے کچھ شامی کباب بھی تو بچے ہوں گے، انہیں گرم کر دو۔''

''توبہ ہے بھئی۔ اب مجھے ان چار بچے ہوئے شامی کباب کا آپ کو بھی حساب دینا پڑے گا۔'' اس نے اپنی جھنجلاہٹ شہریار پر ہی اتار دی۔

''اچھا سنو تو، آذر گھر پر ہو تو اس سے سموسے وغیرہ منگوا لو۔'' شہریار کچھ کچھ اس کا مسئلہ سمجھ گیا تھا۔

سبین نے ''اوکے'' کہہ کر فون بند کر دیا۔

شکر ہے آذر گھر پر ہی تھا۔ سبین نے اس سے سموسے اور چکن رول منگوا لیے تھے۔ فریدہ خالہ نے جاتے سمے اسے خوب دعاؤں سے بھی نوازا تھا اور ہزار روپے بھی اس کی مٹھی میں تھما دیے تھے۔

سبین نے شکر کیا کہ رخسانہ بیگم کا موڈ بھی خاصا خوش گوار تھا۔

لیکن رات کو وہ آذر کے دوست کی تواضع کا قصہ سنانے کے بعد شہریار سے پوچھ بیٹھی۔

''پلیز شہریار! آپ مجھے اپنے گھر آنے والے مہمانوں کے مقام اور مرتبے سے آگاہ کر دیں۔ میری بہت بڑی مشکل حل ہو جائے گی۔'' شہریار کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''خیر یہ تو کوئی اتنا پریشان کُن مسئلہ نہیں ہے، میں پھر بھی بتائے دیتا ہوں۔ پڑوس سے نسرین آنٹی آئیں تو ان سے چائے کا پوچھنے تک کی ضرورت نہیں کہ وہ اکثر ایک دن میں تین چکر بھی لگا لیتی ہیں۔ مرزا صاحب کی بیگم آئیں تو چائے کا پوچھ لو، وہ منع کر دیں تو اصرار مت کرو، نہ منع کریں تو صرف چائے بنا لو۔ شگفتہ ممانی آئیں تو بصد اصرار چائے پلاؤ، ساتھ خاطر کے کچھ اور آئٹمز بھی ہوں۔ ندرت خالہ کے آنے پر بھی پرتکلف چائے کا اہتمام کرو اور زاہدہ مامی آئیں تو چائے پر اہتمام کے ساتھ چیپ چاپ کھانے کی تیاری بھی شروع کر دو کہ امی انہیں ضرور کھانے پر روکیں گی اور وہ اکثر رک بھی جاتی ہیں۔'' شہریار نے اسے تفصیلاً آگاہ کیا۔

''میں تو سب کچھ گڈمڈ کر دوں گی، آپ پلیز بولتے جائیں۔ میں نوٹ کر لیتی ہوں۔'' سبین کے کہنے پر شہریار باقاعدہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

''فار گاڈ سیک سبین! چھوٹی چھوٹی باتوں کی اتنی ٹینشن مت لیا کرو۔ ریلیکس رہنے کی کوشش کرو۔''

''آپ مرد ہیں شہریار! سسرال جاتے ہیں تو وی آئی پی پروٹوکول ملتا ہے۔ بہوؤں کو سسرال میں الرٹ رہنا پڑتا ہے۔'' وہ جتائے بغیر نہ رہ پائی۔

''مانا ہم مردوں کو سسرال کی کوئی ٹینشن نہیں ہوتی لیکن یار! جس جگہ ہم نوکری کرتے ہیں، وہ کسی سسرال سے کم نہیں۔ آفس میں باس لڑکیوں کی ساس سے زیادہ ٹف ٹائم دیتا ہے۔ میں تمہیں اپنی مثال دیتا ہوں۔ میں اپنا ہر کام بہت دلجمعی اور نیک نیتی سے کرتا ہوں پھر بھی جب کبھی باس کسی اور پر آیا غصہ کسی دوسرے پر نکالنے کے موڈ میں ہوں تو مجھے بھی بلاوجہ باس کی کڑوی کسیلی بات سننی پڑ جاتی ہے۔

ایک، دو منٹ کے لیے میرا بھی دماغ گھومتا ہے لیکن پھر یہ سوچ کر خود کو ریلیکس کرتا ہوں کہ یہ سب روٹین کی کارروائی ہے۔ بلاوجہ دماغ پر سوار کرنے کا فائدہ۔ دفتر میں ملازم اور سسرال میں بہو کو تھوڑا سا جی دار اور تھوڑا سا ڈھیٹ ہونا پڑتا ہے یار! اور میں مانتا ہوں کہ تم بہت حساس طبیعت کی مالک ہو۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی محسوس کرتی ہو، میں اپنے گھر والوں کی حمایت نہیں کر رہا لیکن سسرال اس سے بھی اوکھے (مشکل) ہوتے ہیں۔ لڑکیوں کو پتا نہیں کیا کچھ فیس کرنا پڑتا ہے۔ تم چند فقروں کی تاب ہی نہیں لا پاتیں، میں بار بار سمجھاتا ہوں کہ ایک کان سے سنو اور دوسرے سے نکال دیا کرو۔ بلاوجہ کی ٹینشن مت لیا کرو۔'' شہریار نے لمبا چوڑا لیکچر دے ڈالا تھا۔

اس کی باتیں غلط نہ تھیں، سبین خاموشی سے سنتی رہی۔

''آئندہ کوشش کروں گی۔'' سبین نے فرماں برداری سے تسلیم کر لیا۔ شہریار نے بھی مسکرا کر سر ہلا دیا تھا۔

☆☆☆

ثمرہ کی سالگرہ آنے والی تھی۔ شہریار اسے سیل فون گفٹ کرنا چاہ رہا تھا۔ اس نے سبین کی بھی رائے چاہی۔

''کیا خیال ہے چھوٹی کو موبائل کا سرپرائز دے دوں۔ کتنے عرصے سے نئے موبائل کی ضد کر رہی ہے۔''

''ہاں تو لے دیں نا بے چاری کو۔ اتنے دنوں سے اس کا موبائل خراب ہوا پڑا ہے۔ کتنی بار ٹھیک کروا لیا مگر ٹھیک نہیں ہو پاتا۔ گھر والا لیپ ٹاپ پہلے ہی خراب پڑا ہے۔ اسے اپنی پڑھائی کے لیے نیٹ کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔ بے چاری کبھی آذر کا موبائل مانگتی ہے، کبھی میرا تو کبھی آپ کا۔'' سبین نے فوراً شہریار کی تجویز کی حمایت کی تھی۔

''میں اسے اتنا مہنگا گفٹ دوں گا، تمہیں برا تو نہیں لگے گا۔'' شہریار اسے جانچنا چاہ رہا تھا۔

''میں آپ کو ایسی لگتی ہوں؟'' سبین نے خفگی سے اسے دیکھا۔

''خیر لگتی تو تم مجھے بہت پیاری ہو۔ میں تو بس ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔'' شہریار نے اسے ہنس کر دیکھا۔

''ثمرہ آپ کی چھوٹی بہن ہے شہریار! وہ آپ سے فرمائش نہیں کرے گی تو کس سے کرے گی۔ شادی شدہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کے گھر والوں کا آپ پر سے حق ختم ہو گیا۔ مجھے اچھا لگتا ہے جب آپ ثمرہ کی چھوٹی موٹی فرمائشیں پوری کرتے ہیں۔ آذر بے چارے کو امی کے علاوہ خود سے بھی پاکٹ منی دیتے ہیں۔ اپنے شرارتی بھتیجوں کو چیزیں دلوا کر لاتے ہیں۔ مجھے ان میں سے کچھ بھی برا نہیں

https://reading.caretofun.net/
CamScanner

لگتا بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ میں شکر مناتی ہوں کہ آپ اپنی امی کی طرح کنجوس نہیں ہیں۔" سبین نے بھی ہنستے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

جب شہریار اس کی ہر ضرورت، ہر خواہش بنا اس کے کہے پوری کرنے کی کوشش میں رہتا ہے تو وہ بھلا اسے اس کے گھر والوں پر پیسہ خرچ کرنے سے کیوں روکتی۔

"تم بہت اچھی ہو سبین!" اس نے بیوی کو محبت سے دیکھا۔

"کیا یہ آئی لو یو کا ترجمہ ہے۔" وہ شریر ہوئی۔

"یہ آئی لو یو ٹو۔ تھری۔ فور سب کا ترجمہ ہے۔" شہریار نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے قریب کیا۔ وہ محجوب ہو کر مسکرا دی تھی۔

☆☆☆

عارفہ بجو کے سسرال میں قرآن خوانی کی محفل منعقد ہو رہی تھی۔ بجو کی ساس اور رخسانہ بیگم ویسے تو دیورانی، جٹھانی تھیں لیکن تعلقات اتنے مثالی نہ تھے۔ کسی خاص موقعے تہوار پر ہی ایک دوسرے کے ہاں جانا ہوتا۔ سبین بھی شادی کی دعوت کے بعد آج ان کے ہاں جا رہی تھی۔

قران خوانی کے بعد رخسانہ بیگم اور فرحین تو دوسری رشتہ دار خواتین کے ساتھ گپ شپ لگانے لگیں۔ وہ بھانجے، بھانجیوں کے ساتھ ان کے بیڈ روم میں آ گئی۔ عارفہ بجو ابھی کام نمٹا رہی تھیں، ذرا دیر کی فراغت ملی تو وہ بھی وہیں آ گئیں۔

"باہر سب عورتوں میں بیٹھ کر رخسانہ چچی تمہاری بہت تعریف کر رہی ہیں۔" عارفہ بجو نے مسکرا کر آگاہ کیا۔

"واقعی؟" وہ حیران ہوئی۔

"ہاں تو جھوٹ تھوڑی بول رہی ہوں لیکن سسرال والوں کی تعریف پر زیادہ خوش نہیں ہونا چاہیے۔ آج تعریف کر رہے ہیں تو اگلے ہی دن کسی بات پر تنقید یا برائی کر رہے ہوں گے۔ شاباشی کا میڈل پہنانے کے ساتھ ہی اتار لیتے ہی یہ لوگ۔"

بجو نے تو گویا سسرالیات میں پی ایچ ڈی کر رکھی تھی۔

"جانتی ہوں بجو۔" وہ ان کی بات سن کر مسکرا دی تھی۔ بجو کا کہا درست ثابت ہوا۔ دو روز بعد کی بات تھی۔ رخسانہ بیگم کے پاس پڑوس والی نسرین آنٹی آئی بیٹھی تھیں۔ وہ دبی دبی آواز میں ان کے سامنے سبین کی بد سلیقگی کا تذکرہ کر رہی تھیں۔ کس طرح ایک دن اس نے دودھ ابال دیا اور کیسے اس کے ہاتھ سے برتن پھسل پھسل کر ٹوٹتے ہیں۔ سبین نے اب یہ وتیرہ بنا لیا تھا کہ وہ اپنے بارے میں کسی کی بھی بات کان لگا کر نہ سنتی تھی (خواہ مخواہ جی جلانے کا فائدہ) اور کبھی اتفاق سے اس کی ذات کے متعلق کوئی تبصرہ اس کے کان میں پڑ بھی جاتا تو وہ اس بات کو زیادہ دیر دماغ پر سوار نہ ہونے دیتی۔ کام مشکل تھا مگر ناممکن نہیں اور جب سے اس نے یہ عادت اپنائی، زندگی خود بخود پرسکون ہوتی جا رہی تھی۔

☆☆☆

وہ دو دن کے لیے امی کے ہاں رہنے آئی تھی۔ ابو چھوٹی پھوپھو کے پاس کراچی گئے تھے۔ امی کی تنہائی کا خیال کر کے وہ ان کے پاس رہنے آ گئی۔

چھوٹی پھوپھو بہت پریشان تھیں۔ علیزے آپی کے سسرال والوں نے ان سے بچے چھین کر انہیں گھر سے نکال دیا تھا۔ اکلوتی بیٹی کی ٹینشن لے کر پھوپھو کی طبیعت بگڑ گئی تھی۔ ابو بہن کو تسلی دلاسا دینے ہی کراچی گئے تھے۔ علیزے آپی کے متعلق سوچ سوچ کر سبین کا دل بھی بہت خراب ہو رہا تھا۔ اس نے بہت دل سے اللہ کے حضور علیزے آپی کی خوشیوں اور پرسکون زندگی کی دعا کی تھی۔

دماغ میں شہریار کی باتیں بھی گونجتیں، بعض سسرال والے واقعی بہت ظالم ہوتے ہیں۔ اللہ ہر لڑکی کو ایسے سسرالیوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ باقی چھوٹی موٹی باتیں تو ہر گھر میں ہی ہوتی ہیں۔ سبین نے تہیہ کر لیا تھا کہ اب وہ معمولی باتوں پر رنجیدہ ہونے کے بجائے انہیں نظر انداز کرنے کی پالیسی بنائے گی۔ اللہ نے اسے شہریار جیسا جیون ساتھی دیا تھا۔ اب اس نے شکوے کے بجائے شکر کو اپنا شعار بنانا تھا۔

☆☆☆

شہریار دیکھ رہا تھا کہ وہ صبح سے پھرکی کی طرح گھوم گھوم کر گھر کے کام نمٹا رہی تھی۔ ماسی نے چھٹی کر لی تھی۔ سبین کو صفائی کرنی پڑی۔ فرحین بھابھی کے میکے میں کوئی تقریب تھی، وہ کل شام سے میکے گئی ہوئی تھیں۔ کچن کی ذمہ داری کے ساتھ چھوٹے بڑے تمام کام اسے نمٹانے پڑے تھے۔ آج اتفاق سے لائٹ بھی نہ گئی تو سبین نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے واشنگ مشین بھی لگا لی ورنہ کئی دنوں سے بجلی کی آنکھ مچولی نے سب گوزچ کر رکھا تھا۔ شہریار نے موسمی فلو کی وجہ سے آج آفس سے چھٹی کی تھی لیکن سبین کو اس کے پاس بیٹھنے کا موقعہ ہی نہ مل رہا تھا۔ شام کو وہ دھلے کپڑے اتارنے چھت پر گئی تو شہریار بھی پیچھے چلا آیا۔

"موسم اچھا ہو رہا ہے نا، کچھ دیر یہیں بیٹھتے ہیں۔"

"ابھی بالکل فرصت نہیں شہریار! ابھی مجھے ان کپڑوں کی تہ لگانی ہے۔ امی، ابو کا ایک ایک سوٹ پریس کر کے رکھنا ہے۔ پھر شام کے کھانے کی تیاری...... اور آپ بھی کمرے میں جا کر لیٹیں، ابھی چھینکیں آنا شروع ہو جائیں گی۔" وہ شہریار کو مفت مشورے سے نواز کر کپڑے لے کر فوراً نیچے چلی گئی۔ شہریار بھی ٹھنڈا سانس بھر کر نیچے چلا آیا۔

رات کے کھانے کے بعد سبین نے سب کو چائے بنا کر دی۔ شہریار کا خیال تھا کہ وہ اب کمرے کا رخ کرے گی لیکن ثمرہ نے عادت کے مطابق آج بھی اپنی واحد ڈیوٹی یعنی کھانے کے برتن دھونے سے جان چھڑانا چاہی۔ وہ ٹی وی کے سامنے کتاب کھول کر بیٹھ گئی۔ ڈرامہ دیکھتے ہوئے پڑھنے کا فن بھی صرف اسے آتا تھا۔ سبین کو برتن بھی دھونے پڑ رہے تھے۔ شہریار کی برداشت کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

"سبین کہاں ہو تم۔ کتنی دیر پہلے تم سے کہا تھا کہ آ کر میرا سر دبا دو۔ تمہیں سر دبانے کی فرصت ملے تب نا۔" وہ کمرے سے باہر آ کر دھاڑا۔ ایک لمحے کو سب خاموش ہو گئے۔

"بھابھی تو شاید کچن میں ہیں۔" آذر نے جواب دیا۔

"وہ ہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ اب کچن میں کیا کر رہی ہے۔ سب نے کھانا کھا لیا، چائے پی لی۔ محترمہ کو فکر ہی نہیں کہ شوہر کی طبیعت خراب ہے، اس نے سر دبانے کا کہا ہوا ہے، آلتو فالتو کے سب کام کر لیں گی جب میری ذرا سی خدمت کرنی پڑ جائے تو رفو چکر ہو جاتی ہیں۔"

"بھابھی برتن دھو رہی ہیں بھائی! فارغ ہو کر ابھی آ جائیں گی۔" اس بار بھی آذر ہی بولا تھا۔

"پتا نہیں بھابھی برتن دھونے کیوں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ میں ان سے کہتی بھی ہوں کہ ڈراما ختم ہو جائے، برتن میں خود دھو لوں گی۔ بھائی میں ابھی بھیجتی ہوں بھابھی کو۔" ثمرہ فوراً اٹھی تھی۔

"شہریار کی بات مت ٹالا کرو بہو! غصے میں یہ بالکل اپنے ابو پر گیا ہے۔" سبین آئی تو رخسانہ بیگم نے اسے نصیحت کی۔ سبین کے کانوں تک شہریار کی آدھی آواز پہنچ چکی تھی اس نے خود پہلی بار شہریار کا اتنا غصیلا لہجہ سنا تھا۔ اس کے غصے سے خائف ہوتی وہ کمرے میں گئی تھی۔ کوتاہی واقعی اس کی تھی، آج شہریار کی طبیعت خراب تھی اسے اس کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔

"میں بس آ ہی رہی تھی شہریار! سوری، کچھ دیر ہو گئی۔" وہ شرمندہ ہو کر بولی۔ شہریار نے اسے تیکھے تیوروں سے دیکھا۔ بغیر کسی قصور کے وہ کیسے شرمندہ، شرمندہ سی لگ رہی تھی۔

"انسان اور مشین میں کچھ فرق ہونا چاہیے سبین! اگر تم خود اپنا خیال نہیں کرو گی تو دوسرا بھی نہیں کرے گا۔ کوئی کام ثمرہ کے لیے بھی چھوڑ دیا کرو۔ اتنی ایفی شنسی جھاڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہر کام آگے بڑھ بڑھ کر کرنے سے تمہیں اضافی نمبر نہیں ملیں گے۔ ٹھیک ہے اس گھر کو اپنا گھر سمجھتے ہوئے اپنے فرائض دل لگا کر ادا کرو لیکن دوسروں کو بھی ان کا فرض پورا کرنے کا موقع دو۔ ورنہ سب تمہارے بڑھ چڑھ کر کام کرنے کی عادت سے ناجائز فائدہ اٹھائیں گے اور پھر تم کسی کام سے ہاتھ

https://reading.caretofun.net/

کھینچنا بھی چاہو گی تو نہیں کھینچ پاؤ گی۔" شہریار اسے سنجیدگی بھرے لہجے میں سمجھا رہا تھا۔

"کہاں آپ کے سر میں درد ہو رہا تھا، اب آپ نے اتنا لمبا لیکچر دے ڈالا۔ بول، بول کر سر میں درد بڑھ نہیں جائے گا۔" اس نے محبت بھری نگاہ شہریار پر ڈالی۔

"عشاء کی نماز پڑھنے گیا تھا تو تمہارے لیے زنگر برگر چھپا کر لایا تھا۔ مجھے پتا ہے آلو گوبھی سے تم برائے نام روٹی کھاتی ہو۔ تم نے آنے میں اتنی دیر کر دی، برگر ٹھنڈا ہو گیا۔" شہریار نے پلیٹ میں برگر نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔

"ایک برگر ثمرہ کے لیے بھی لے آتے۔ زنگر تو اسے بھی بہت پسند ہے، پھر چھپا کر لانے کی بھی ضرورت نہ پڑتی۔" سبین نے رائے کا اظہار کیا۔

"ثمرہ اپنی ہر فرمائش ڈنکے کی چوٹ پر پوری کرواتی ہے پھر اس کی فرمائشیں پوری کرنے کے لیے ابو ہیں۔ میں ہوں، نبیل بھائی اور آذر ہیں۔ تمہاری فرمائشیں میرے علاوہ اور کون پوری کرے گا۔ اس لیے دماغ پر زیادہ زور مت دو اور یہ برگر کھاؤ۔ تم بہت کمزور ہو گئی ہو، اب تمہاری ڈائٹ کا میں خود خیال رکھوں گا۔"

"ویسے شہریار! اگر اللہ نے ہمیں بیٹے سے نوازا اور شادی کے بعد ہمارا بیٹا اپنی بیوی کے لیے چھپ چھپ کر چیزیں لائے گا تو ہمیں علم ہونے پر کیسا لگے گا۔" سبین کے ذہن میں ویسے ہی ایک سوچ آئی تو مسکراتے ہوئے پوچھ بیٹھی۔

"اگر تم بہو کے کھانے پینے پر نظر رکھنے والی نکتہ چیں قسم کی ساس بنیں تو میں اپنے بیٹے کو خود طریقے بتاؤں گا کیسے بیوی کے لیے کوٹ، جیکٹ کی جیبوں اور لیپ ٹاپ کے بیگ میں چیزیں چھپا کر لاتے ہیں۔" شہریار بولا، وہ ہنس پڑی۔

"یار یہ ہی تو شادی شدہ زندگی کے ایڈونچر ہیں اور یقین کرو ہم جو وقت اب گزار رہے ہیں، یہ ہماری زندگی کا سب سے سنہرا دور ہے۔ وقت اپنی چال چلے گا، آنے والے برسوں میں ہم آج کی نسبت زیادہ آزاد اور خود مختار زندگی جئیں گے۔ تمہیں اس گھر میں اٹھنے، بیٹھنے، سونے جاگنے، کھانے پینے سمیت ہر چیز کی آزادی ہو گی۔ ہمارے بچے بڑے ہو جائیں گے پھر یہ گھر تمہیں سسرال نہیں بلکہ اپنا گھر لگنے لگے گا۔" شہریار نے مستقبل کی منظر کشی کی تھی۔

"میں خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین بندی گردانتی ہوں شہریار! جو مجھے آپ جیسا جیون ساتھی ملا۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ ہر سبین کو شہریار جیسا شوہر ملے پھر وہ سسرال کے سرد و گرم کو بھی باآسانی جھیل لے گی۔" سبین نے چاہت لٹاتی نگاہوں سے شریک سفر کو دیکھا۔

"بڑی ناممکن سی دعا مانگ لی تم نے۔ اب ہر سبین کو تو شہریار نہیں مل سکتا ناں۔ کسی سبین کے حصے میں عبدالغفور آئے گا، کوئی محمد ساجد کے پلے بندھے گی۔ کوئی اصغر علی کے نکاح میں آئے گی۔ شہریار کی زندگی میں تو زیادہ سے زیادہ تین سبینیں اور آ سکتی ہیں۔" شہریار مسکراہٹ دبا کر بولا تھا۔ سبین کو اس کی بات ذرا دیر سے سمجھ میں آئی مگر جب سمجھ میں آئی تو کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"میرے علاوہ کسی دوسری سبین کو تو چھوڑیے، دوسری لڑکی پر بھی دوسری نگاہ ڈالی تو میں تیسری نگاہ ڈالنے کا موقع نہیں دوں گی۔" اس نے وارننگ دی تھی۔

"میرے ساتھ رہتے رہتے فقرے بنانے بھی آ گئے ہیں جناب کو۔ اسے کہتے ہیں صحبت کا اثر۔" شہریار نے شرارت سے اس کی ناک دبائی۔ سبین نے مسکرا کر اس کے کندھے سے سر ٹکا لیا۔

"آپ بہت، بہت زیادہ اچھے ہیں شہریار۔"

"یہ تم آئی لو یو کا ترجمہ سنانے کے بجائے سیدھا سیدھا آئی لو یو کیوں نہیں کہہ دیتیں۔" وہ شرارت کے موڈ میں تھا۔ سبین ہنسی اور ہنستی چلی گئی۔ سسرال میں گزارے ایک پُرمشقت دن کا اختتام نہایت خوش گوار تھا۔ شہریار جیسے شخص کا ساتھ ملنے پر اس کا رواں رواں اپنے رب کا شکر گزار تھا۔

❋

یہ سارا کھڑاگ پیدا کب ہوا، کچھ کہنا مشکل ہے۔ البتہ یہ نیا معرکہ تو بلاوجہ ہی شروع ہوا۔ یوں ہی باتیں کرتے فاخرہ بیگم نے دبے دبے انداز میں اپنی بڑی آپا سے لاڈ بھرا شکوہ کر دیا۔

عائشہ تنویر

اسٹیٹس اپ لوڈ

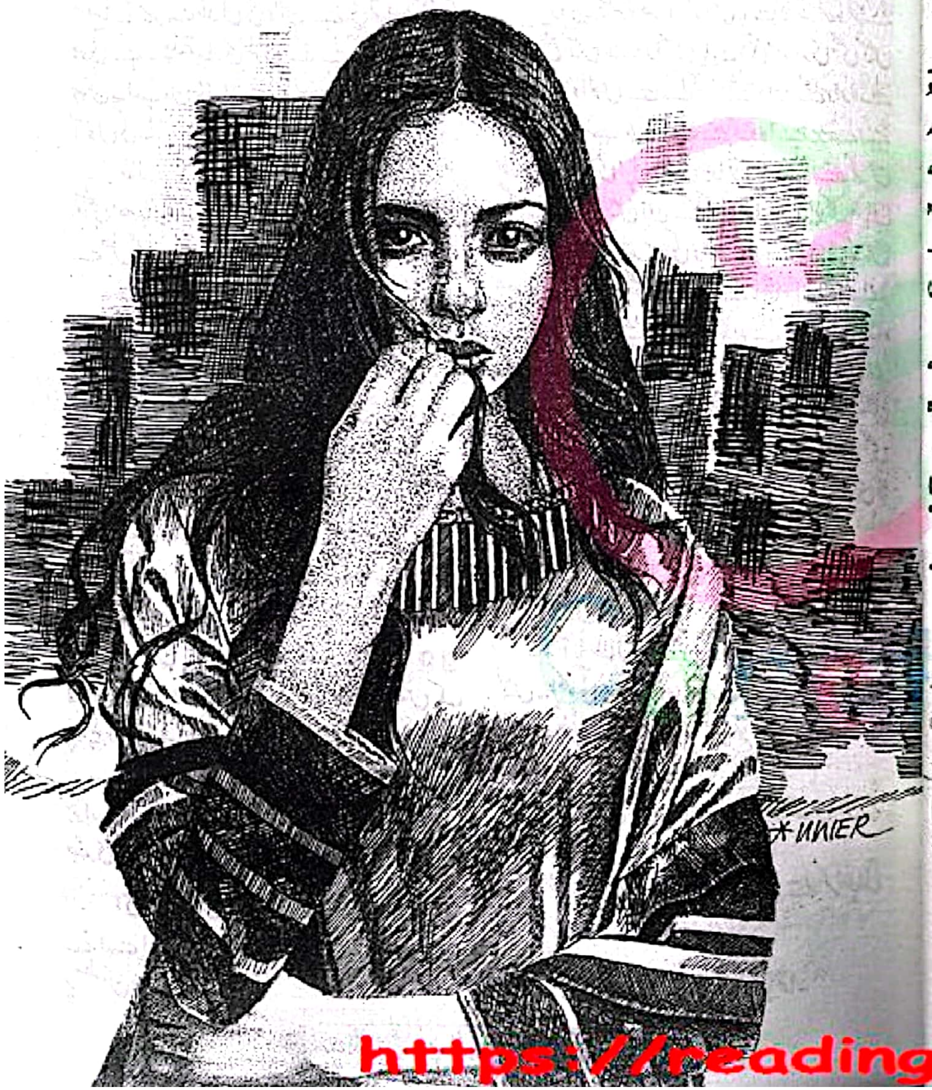

https://reading.caretofun.net/

CamScanner